امام خطابیؒ کی اعلام الحدیث (تعارف، منہج واسلوب اور امتیازی خصوصیات)

*شہزادہ عمران ایوب

**محمد اعجاز

Abstract

Status of "Aalaam ul Hadith" is very high in explanations of Sahih Bukhari because it is considered first explanation of Sahih Bukhari. Imam Khattabi has adopted such a fine method in it that with the literal explanation of words and description of jurisprudential commandments he has also collected in it sayings of Salaf-us-Saalih, Arabian proverbs, different opinions of various scholars and grammatical rules etc. To add, he, as a specially, Ahadith and quotations of Sahabah and scholars, has made provision to describe with his chain of narrators. Due to this, the book has adopted the basic primary status of Hadith knowledge. And further, because of these chains of narrators this book has adopted the form of reference source in matter of teacher's identification of Imam Khattabi. Due to all these qualities undoubtedly this book was a need of scholars and researchers of every era.

Keywords: Hadith Methodology, Gareeb ul Hadith, Mahfooz, Mudraj, Mursal, Khabr e Wahid, Fiqh, Ta`ruz, Tarjeeh, Naskh

امام خطابیؒ چوتھی صدی ہجری کے ایک جلیل القدر محدث ہیں۔ جنہوں نے نہ صرف فقہ، لغت اور ادب میں مہارت حاصل کی بلکہ علم حدیث میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں۔ تشریح حدیث کے سلسلے میں لکھی جانے والی پہلی کتاب "معالم السنن شرح سنن ابی داود" آپ ہی کی گرانقدر علمی کاوش ہے۔

معالم السنن کے بعد آپ کی دوسری اہم تصنیف "اعلام الحدیث" ہے، جو طویل عرصہ مخطوط شکل میں رہنے کے بعد اب مکہ مکرمہ سے دکتور محمد بن سعد بن عبدالرحمن آل سعود کی تحقیق کے ساتھ طبع ہو چکی ہے۔ یہ دراصل صحیح بخاری کی شرح ہے اور اپنے موضوع میں اولیت کا درجہ رکھتی ہے، یعنی دستیاب معلومات کے مطابق یہ صحیح بخاری کی پہلی شرح ہے، اس لحاظ سے یہ صحیح بخاری کی تمام شروحات میں ایک خاص مقام رکھتی ہے۔

اس کتاب کی اسی اہمیت کے پیش نظر اس کا انتخاب کرتے ہوئے آئندہ سطور میں اس کا تفصیلی تعارف، اس میں تشریح حدیث کا منہج واسلوب، تشریح کے دوران ذکر کردہ اصطلاحاتِ حدیث، لغوی وفقہی فوائد، اصولی مباحث اور مزید اس کے امتیازی خصائص وفوائد کی تفصیل پیش کی جا رہی ہے۔

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف لاہور، لاہور۔

**ڈائریکٹر شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

نام کتاب:

اگرچہ یہ کتاب اب دکتور محمد بن سعد بن عبد الرحمن کی تحقیق کے ساتھ ''اعلام الحدیث'' کے نام ہی سے طبع ہوئی ہے لیکن چونکہ امام خطابیؒ نے خود اس کے نام کی وضاحت نہیں فرمائی اس لیے اس کے نام کے متعلق مختلف علماء کی مختلف آراء ہیں۔ چنانچہ امام سمعانیؒ [۱]، علامہ صفدی [۲] اور حافظ ابن حجرؒ نے اس کتاب کا نام اعلام الحدیث ہی ذکر فرمایا ہے۔ جبکہ یاقوت حموی[۴] علامہ قفطی [۵] حاجی خلیفہ [۶] امام ابن خلکان[۷] نواب صدیق حسن خان [۸] اسماعیل پاشا[۹] اور عمر رضا کحالہ [۱۰] نے اس کتاب کا نام ''اعلام السنن'' ذکر فرمایا ہے۔

علاوہ ازیں اعلام الحدیث کے محقق نے مقدمہ میں چند مزید نام بھی ذکر فرمائے ہیں جن کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں۔ تاہم راقم الحروف نے ''اعلام الحدیث'' کا نام اس لیے اختیار کیا ہے کیونکہ یہ کتاب تحقیق کے بعد مکہ مکرمہ سے اسی نام سے طبع ہوئی ہے اور اسی نام سے مختلف مکتبات اور لائبریریوں میں موجود ہے اور علمی حلقوں میں بھی اس کا یہی نام معروف ہے۔

''الاعلام'' کا معنی: لغوی اعتبار سے اَعلام جمع ہے عَلَم کی، اور مذکورہ کتاب کے عنوان کے لحاظ سے اس کا اقرب معنی ہے ''وہ علامت و نشانی جو راستہ بھٹک جانے والوں کے لیے کھلے میدانوں میں نصب کی جاتی ہے، یا وہ علامت (سنگ میل) جو راستے کے ارد گرد راہ معلوم کرنے کے لیے لگائی جاتی ہے۔[۱۱]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام خطابیؒ کی رائے کے مطابق یہاں ''اعلام'' سے مراد صحیح بخاری میں موجود وہ ظاہری اُمور ہیں جو تفسیر و تشریح کے محتاج ہیں۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ امام خطابیؒ کا مقصد مکمل صحیح بخاری کی شرح کرنا نہیں تھا بلکہ صرف اُن مقامات کی تشریح و توضیح مقصود تھی جو قابل وضاحت یا محتاجِ بیان ہیں۔

موضوع اور شرط:

اس کتاب کا موضوع اُن تمام اشیاء کی تشریح و توضیح ہے جو امام خطابیؒ کے مطابق صحیح بخاری میں محتاجِ بیان ہیں خواہ ان کا تعلق غریب الفاظ کی تفسیر سے ہو یا اغلاط کی تصحیح سے، فقہی احکام کی توضیح سے ہو یا مشکل الحدیث کی تشریح سے وغیرہ وغیرہ۔

اور امام خطابیؒ کی شرط اس کتاب میں اختصار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے بہت سی احادیث کی تشریح صرف اس لیے نہیں کی کیونکہ ان کی تشریح آپ پہلے اپنی دوسری کتاب ''معالم السنن'' میں کر چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر اعلام الحدیث کو بنظر غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب صحیح بخاری کے تقریباً تیسرے حصے کی شرح ہے اور اعلام الحدیث کے محقق کی نمبر نگ کے مطابق اس کتاب میں بارہ سو اڑ تیس (۱۲۳۸) احادیث کی شرح کی گئی ہے جبکہ یہ معلوم ہی ہے کہ حذفِ تکرار کے ساتھ صحیح بخاری کی مکمل احادیث اس سے تین گنا زیادہ ہیں۔

مقام، زمانہ اور سبب تالیف:

امام خطابیؒ نے مقام اور سبب تالیف کے متعلق تو خود ہی صراحت فرمائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ

کتاب ''بلخ'' شہر میں تالیف کی اور اس کا سبب وہاں کے لوگوں کا مطالبہ تھا کہ آپ صحیح بخاری کی شرح لکھیں، چنانچہ آپ رقمطراز ہیں کہ ''جب مجھے ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی کی کتاب '' سنن ابوداؤد کی شرح'' معالم السنن لکھنے سے فراغت ہوئی تو بلخ شہر میں موجود میرے ساتھیوں کی ایک جماعت نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں ان کے لیے ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل کی کتاب ''الجامع الصحیح'' کی شرح لکھوں اور اس کی مشکل احادیث کی تفسیر کروں اور اس کے پوشیدہ معانی کی وضاحت کروں۔'' (۱۲)

اس کے بعد آپ نے خود یہ فرمایا ہے کہ پھر بالآخر آپ کے دل میں ان کے اس مطالبے کی رغبت پیدا ہو گئی اور جس چیز کی انہوں نے آپ سے التماس کی تھی آپ نے اس کی نیت کرلی۔ (۱۳)

بہر حال یہاں تک اعلام الحدیث کے مقامِ تالیف اور سببِ تالیف کی تو وضاحت ہو چکی ہے، البتہ یہ یاد رہے کہ امام خطابیؒ نے اس کتاب کی تالیف کا کوئی خاص زمانہ و وقت ذکر نہیں فرمایا اور نہ ہی اس کے محقق نے اس کی طرف کوئی اشارہ فرمایا ہے۔ البتہ ایک بات تو ظاہر ہے کہ امام خطابیؒ نے ''اعلام الحدیث ''کو ''معالم السنن'' کے بعد تالیف کیا جیسا کہ اوپر اس کی کچھ وضاحت گزر چکی ہے۔ اور معالم السنن کو آپ نے ''غریب الحدیث'' کے بعد تالیف فرمایا، اور یہ اس طرح پتہ چلتا ہے کہ آپ نے معالم السنن میں متعدد مقامات پر الفاظ کی لغوی تشریح کرتے ہوئے یہ نقل فرمایا ہے کہ ''میں اس کی شرح غریب الحدیث میں کر چکا ہوں'' ۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غریب الحدیث پہلے کی تالیف ہے۔

اور غریب الحدیث کے مقدمہ میں امام خطابیؒ نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ آپ نے اس کا مسودہ تین سو اُنسٹھ ہجری (۳۵۹ھ) میں ''بخاریٰ'' شہر میں تحریر فرمایا۔ (۱۴) اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یقینا باقی دونوں کتابیں آپ نے اس تاریخ کے بعد ہی تالیف فرمائیں اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان تینوں کتب میں اعلام الحدیث آپ نے سب سے آخر میں تالیف فرمائی۔

مقدمہ و ترتیب:

مقدمہ: کتاب کے آغاز میں امام خطابیؒ نے نہایت مفید مقدمہ نقل فرمایا ہے جس کا آغاز بسم اللہ ، اللہ کی حمد وثناء اور رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام سے کیا ہے۔ پھر اس کے بعد کتاب کا سبب تالیف اور مقامِ تالیف ذکر فرمایا ہے (جس کا مختصر بیان پیچھے گزر چکا ہے)۔ پھر وہ چند اُمور بیان کیے ہیں جو صحیح بخاری میں محتاجِ وضاحت ہیں جیسا کہ مشکل الحدیث کی تفسیر، پوشیدہ معانی کی توضیح وغیرہ۔ پھر اپنے زمانے کے حالات اور شرح میں اپنے منہج واسلوب کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے صحیح بخاری کی روایت اور اس کے سماع کی اپنی سند ذکر فرمائی ہے۔ پھر مقدمہ کے آخر میں یہ وضاحت فرمائی ہے کہ امام بخاریؒ نے حدیثِ نیت ''انما الاعمال بالنیات'' سے اپنی کتاب کیوں شروع کی۔

ترتیب: یہاں یہ واضح رہے کہ امام خطابیؒ نے متعدد مقامات پر صحیح بخاری کے ابواب کی ترتیب کو دورانِ شرح کچھ تقدیم وتاخیر کر کے تبدیل کر دیا ہے اور بعض احادیث کو بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل کر دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس حدیث کی آپ شرح کر رہے ہوتے اسی مضمون کی حدیث اگر کہیں بعد کے یا پہلے کے باب میں ہوتی تو آپ وہ حدیث بھی اسی کے ساتھ نقل کر دیتے۔

چنانچہ آپ نے ''باب قراء ۃ القرآن بعد الحدث وغیرہ '' کو اس کی جگہ سے مقدم کر کے ''باب التخفیف من الوضوء'' کے بعد نقل کر دیا ہے۔[15] حالانکہ صحیح بخاری میں یہ باب ''باب الرجل یوضیٔ صاحبہ'' کے بعد ہے۔اور آپ نے ایسا اس لیے کیا تاکہ دونوں احادیث کو ایک جگہ جمع کر دیں کیونکہ دونوں کا مفہوم تقریباً ایک ہی ہے۔

منہج واسلوب:

امام خطابیؒ نے اعلام الحدیث میں شرح کے لیے جو احادیث منتخب فرمائی ہیں، ان کے انتخاب میں آپ کا منہج واسلوب یہ ہے کہ آپ ہر کتاب کے متعدد ابواب منتخب فرماتے ہیں اور پھر ان ابواب کی بعض احادیث کا انتخاب کرتے ہیں، بالعموم آپ کا اسلوب یہی ہے جو کتاب بدء الوحی، کتاب الایمان اور کتاب الجنائز وغیرہ جیسی متعدد کتب میں دیکھا جاسکتا ہے۔تاہم بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ شرح کے لیے پوری کتاب کی صرف ایک ہی حدیث کا انتخاب فرماتے ہیں جیسا کہ آپ نے ''کتاب الخوف''[16] اور ''کتاب الاضاحی''[17] میں کیا ہے۔اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ پوری کتاب کی کوئی ایک حدیث بھی شرح کے لیے منتخب نہیں فرماتے جیسا کہ آپ نے کتاب الوتر، کتاب الحیل اور کتاب المکاتب وغیرہ میں کیا ہے۔غالباً اس کا سبب وہی ہے جو پہلے بھی بیان کیا جاچکا ہے کہ ایک تو آپ کے پیش نظر اختصار تھا اور دوسرے یہ کہ جن احادیث کی شرح آپ پہلے معالم السنن میں کر چکے تھے ان کی شرح آپ نے دوبارہ اعلام الحدیث میں نہیں کی۔

علاوہ ازیں شرح کرتے ہوئے آپ کا منہج یہ ہے کہ آپ مشکل الحدیث کی تفسیر کرتے ہیں، احادیث کے مخفی معانی کی وضاحت کرتے ہیں، جن احادیث کی شرح معالم السنن میں گزر چکی ہے ان کی شرح دوبارہ نہیں کرتے، جن احادیث کی شرح پہلے معالم السنن میں نہیں کی ان کی شرح کما حقہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور تشریح کے دوران ہمیشہ اختصار کو ملحوظ رکھتے ہیں۔یہ ہے اعلام الحدیث میں امام خطابیؒ کے منہج واسلوب کا اجمالی بیان جبکہ اس کی کچھ تفصیل حسب ذیل ہے۔

- اولاً امام خطابیؒ پوری حدیث سند سمیت اسی طرح نقل کرتے ہیں جیسے امام بخاریؒ نے نقل فرمائی ہے:
- بعض اوقات حدیث نقل کرنے سے پہلے آپ اس حدیث سے متعلقہ ایسی عبارات نقل کرتے ہیں جن سے اس کی اہمیت ظاہر ہوتی ہو، نیز آپ حدیث کی عظمت کی وجہ سے اس کی تعریف وتوصیف بھی بیان کرتے ہیں کیونکہ وہ نہایت اہم احکام وآداب پر مشتمل ہوتی ہے۔جیسا کہ اعلام الحدیث کی پہلی حدیث ''انما الاعمال بالنیات '' نقل کرنے سے پہلے آپ نے فرمایا ہے کہ ''ابو عبداللہ (امام بخاریؒ) نے حدیثِ نیت سے کتاب کا آغاز کیا ہے اور یہ وہ حدیث ہے کہ جسے متقدم شیوخ دینی اُمور سے متعلقہ ہر کام شروع کرنے سے پہلے مقدم کرنا پسند فرمایا کرتے تھے کیونکہ ہر قسم کے دینی اُمور میں بالعموم اس (نیت) کی ضرورت ہوتی ہے۔''[18] اور اس کی شرح کے دوران فرمایا ہے کہ '' یہ حدیث اصولِ دین میں سے ایک بہت بڑے اصول کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کے تحت بہت سے احکام آتے ہیں۔''[19]

علاوہ ازیں حدیث:'' لیس فیما دون خمس اواق صدقۃ ، ولا فیما دون خمس ذود صدقۃ، ولا

فیما دون خمسة اوسق صدقة''[۲۰] کی شرح کرنے سے پہلے آپ نے نقل فرمایا ہے کہ ''جن اموال میں زکوٰۃ واجب ہے ان کے نصاب کی مقدار بیان کرنے کے حوالے سے یہ حدیث بنیاد ہے۔''[۲۱]

- پھر بالعموم آپ الفاظ کی لغوی تشریح فرماتے ہیں اور پھر اس حدیث میں موجود احکام وآداب کے متعلق گفتگو فرماتے ہیں۔
- اگر حدیث میں کوئی ایسا مشکل لفظ نہ ہو جس کی لغوی تشریح کی ضرورت ہو تو آپ صرف حدیث کے احکام و مسائل پر ہی بحث شروع کر دیتے ہیں۔[۲۲]
- بہت مرتبہ آپ ایسا بھی کرتے ہیں کہ صرف حدیث کی لغوی شرح پر اکتفاء کرتے ہیں اور اس کے احکام و مسائل پر بحث ہی نہیں کرتے۔[۲۳]
- اکثر مقامات پر آپ اختصار کا التزام کرتے ہیں اور مختصر عبارات نقل کرتے ہیں، یہی باعث ہے کہ اکثر احادیث کی شرح میں آپ نے صرف ایک یا دو سطریں ہی نقل فرمائی ہیں۔[۲۴]
- اختصار کی غرض ہی سے آپ شرح کے دوران متعدد مقامات پر نقل فرماتے ہیں کہ اس کی شرح پیچھے گزر چکی ہے یا اس کی شرح آئندہ آئے گی۔[۲۵]
- اختصار کی نیت ہی سے آپ یہ بھی نقل کر دیتے ہیں کہ اس کی مزید تفصیل کے لئے میری کتاب ''معالم السنن''[۲۶] دیکھئے یا ''غریب الحدیث '' دیکھی جاسکتی ہے۔[۲۷]
- اختصار کی کوشش کے برخلاف بعض مقامات پر آپ نے احادیث پر تفصیلی کلام بھی فرمایا ہے۔[۲۸] اس کا سبب آپ نے کتاب کے آخر میں خود ہی بیان کیا ہے کہ بالعموم تو ہم نے اختصار ہی سے کام لیا ہے لیکن جہاں کہیں اشکال یا معانی کے اخفاء کی وجہ سے تفصیل ضروری تھی وہاں تفصیل بیان کر دی ہے۔[۲۹]
- اکثر مقامات پر آپ کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ غریب الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے بطورِ استشہاد قرآنی آیات نقل کی جائیں۔ جیسا کہ آپ نے حدیث '' فقال رسول الله ﷺ : احیانا یاتینی مثل صلصلة الجرس وهو اشد علی ، فیفصم عنی وعیت عنه ما قال ''[۳۰] میں موجود الفاظ ''فیفصم عنی'' کی تشریح میں بطورِ استشہاد آیت ''لَا انْفِصَامَ لَهَا''[۳۱] نقل فرمائی ہے۔[۳۲]

علاوہ ازیں بعض اوقات آپ لغوی تشریح میں بطورِ استشہاد احادیث[۳۳] اور بعض اوقات اشعار[۳۴] بھی نقل کرتے ہیں۔

- لغوی تشریح کرتے ہوئے بعض اوقات آپ مختلف اہل علم کی آراء واقوال نقل کر کے ان میں ترجیح بھی دیتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے حدیث '' لا حسد الا فی اثنتین ''[۳۵] کی تشریح میں لفظ ''حسد'' کے متعلق مختلف اقوال نقل فرمائے ہیں اور آخر میں فرمایا ہے کہ '' ووجه الحدیث هو المعنی الاول '' یعنی آپ کے نزدیک پہلا قول قابل ترجیح ہے۔[۳۶]

- دورانِ تشریح آپ نے محدثین کی بعض اغلاط کی بھی تصحیح فرمائی ہے جیسا کہ آپ نے ایک روایت میں موجود لفظ جسے نافعؒ نے بیان کیا ہے ''خشیش''کو غلط تصور کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ '' لیس بشیء انما ھو خشاش '' ''یہ کچھ نہیں ہے بلکہ اصل لفظ خشاش ہے۔''(۳۷)
- تشریح کرتے ہوئے آپ نے متعدد مقامات پر مثالیں بھی بیان کی ہیں تاکہ حدیث کی مزید وضاحت ہو جائے اور سمجھنے میں بھی آسانی رہے۔ جیسا کہ آپ نے حدیث '' انما الأعمال بالنیات ''کی شرح کے دوران بہت سی دیگر امثلہ بھی بیان کی ہیں جن میں نیت واجب ہے چنانچہ اس حوالے سے آپ نے نماز، زکوۃ، روزہ، حج، وضوء وغیرہ اور دیگر متعدد اُمور کا ذکر فرمایا ہے۔(۳۸)
- اس کتاب کا مطالعہ کرنے سے خطابیؒ کی تواضع اور تقویٰ کا بھی اندازہ ہوتا ہے، کیونکہ آپ نے کہیں بھی خیانت سے کام نہیں لیا بلکہ علمی امانت کا ہمیشہ التزام کیا، لہٰذا وہی نقل کیا جس کا آپ کو علم تھا اور جس کا علم نہیں تھا اس کے متعلق توقف اختیار کر لیا۔ نیز متعدد مقامات پر اس بات کا بھی اعتراف کیا کہ یہ بات میرے علم میں نہیں۔ چنانچہ ایک مقام پر آپ نے واضح لفظوں میں نقل فرمایا ہے کہ ''لست ادری ما معنی الکلام'''' اس کلام کا کیا معنی ہے مجھے علم نہیں۔''(۳۹) اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ '' ولواء الحمد ، لم ازل اسأل عن معناه حتى وجدته فى حديث '' ''اور لواء الحمد (کا معنی میرے علم میں نہیں تھا) میں مسلسل اس کے معنی کے متعلق دریافت کرتا رہا حتی کہ میں نے اسے ایک حدیث میں پالیا۔''(۴۰)
- احادیث کی سند ذکر کرنے کے متعلق بالعموم امام خطابیؒ کا رویہ تو یہی ہے کہ آپ ساری سند ذکر کر کے پھر حدیث نقل کرتے ہیں، تاہم بعض مقامات پر آپ نے امام بخاریؒ کی سند ذکر کئے بغیر بھی حدیث نقل کی ہے اور صرف حدیث سے پہلے یہ الفاظ نقل کیے ہیں ''قال ابو عبد اللہ'' (۴۱) یا یہ الفاظ نقل کیے ہیں ''ذکرہ ابو عبد اللہ باسنادہ''(۴۲) یا بعض اوقات آپ حدیث کو ایک مقام پر پوری سند کے ساتھ ذکر کرتے ہیں لیکن جب وہی حدیث کسی دوسری جگہ نقل کرتے ہیں تو اس کی بعض سند ذکر کر کے کہتے ہیں کہ اس کی باقی سند بھی اسی طرح ہے، غالباً آپ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جیسے پیچھے سند گزری ہے اس کی سند بھی اسی طرح ہے۔ (۴۳) بعض اوقات آپ حدیث کو امام بخاریؒ کی سند کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد پھر اسے اپنی سند سے بھی ذکر کرتے ہیں۔ (۴۴) اور بعض اوقات آپ اختصار کی غرض سے بھی سند کے بغیر حدیث بیان کر دیتے ہیں جیسا کہ ایک مقام پر آپ نے سند کے بغیر چند احادیث بیان کیں اور پھر فرمایا ''حذفت اسانیدھا للتخفیف''۔(۴۵)
- امام خطابیؒ کے منہج و اسلوب میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ آپ بعض احادیث کی ایک سے زیادہ اسناد اور متون یکجا کرتے ہیں تاکہ جہاں ایک طرف اسناد میں فائدہ ہو وہاں دوسری طرف متون کے الفاظ میں کمی بیشی سے احکام و مسائل اور استنباطِ احکام میں بھی مدد ملے۔(۴۶) بعض اوقات آپ اس لیے بھی مختلف اسناد جمع کرتے ہیں تاکہ جو قصہ مختلف روایات میں موجود ہے وہ ایک جگہ پر مکمل طور پر جمع ہو جائے جیسا کہ آپ نے خود ہی اس کی وضاحت فرمائی ہے۔(۴۷)

- دورانِ شرح متون نقل کرنے میں آپ کا اسلوب یہ ہے کہ بعض اوقات آپ ان کی اسانید بھی ذکر کر دیتے ہیں اور بعض اوقات سند ذکر کیے بغیر صرف متن کے الفاظ نقل کر دیتے ہیں حتیٰ کہ صحابی کا نام بھی ذکر نہیں کرتے (۴۸) اور بعض اوقات آپ صرف انہی الفاظ پر اکتفاء کرتے ہیں کہ "وفی الحدیث" "اور حدیث میں ہے" (۴۹) یا ان الفاظ پر کہ "قال الرسول ﷺ" "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" (۵۰) اور بعض اوقات تو آپ متن کے الفاظ بھی نقل نہیں کرتے بلکہ صرف ان کی طرف اشارہ فرمادیتے ہیں جیسا کہ ایک مقام پر آپ نے نقل فرمایا " وهذا يدل على ان للمغرب وقتين كما روى فى حديث عبد الله بن عمرو بن العاص " "اور یہ ثبوت ہے کہ مغرب کے دو وقت ہیں، جیسا کہ عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کی حدیث میں بھی روایت کیا گیا ہے۔" (۵۱)
- شرح کرتے ہوئے بعض مقامات پر آپ متنِ حدیث میں موجود ادراج کی بھی وضاحت فرماتے ہیں، جیسا کہ حدیثِ شغار میں موجود شغار کی تشریح کے متعلق آپ نے نقل فرمایا ہے کہ اگرچہ یہ تشریح حدیث کے ساتھ ہی ملی ہوئی ہے لیکن اس کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یہ نافعؒ کا قول ہے۔ (۵۲)

اصطلاحاتِ حدیث:

اعلام الحدیث میں امام خطابیؒ نے بعض اصطلاحاتِ حدیث بھی ذکر فرمائی ہیں، چند ایک کا بیان حسب ذیل ہے:

- **محفوظ:** مؤلف نے یہ اصطلاح ذکر فرمائی ہے اور اس سے مراد وہ بات لی ہے جس پر اکثر متفق ہوں۔ چنانچہ ایک روایت میں راوی نے ضبیب السیف کا لفظ ذکر فرمایا ہے، وہ روایت نقل کرنے کے بعد امام خطابیؒ نے فرمایا ہے کہ " وما أراه محفوظا انما هو ظُبَة السيّف" "اور جن الفاظ کو میں محفوظ سمجھتا ہوں وہ ہیں ظبۃ السیف۔" (۵۳)
- **مضطرب:** امام خطابیؒ نے اس اصطلاح کو بھی بیان کیا ہے، چنانچہ اس حدیث " من اعتق شقصا من مملوكه فعليه خلاصة فى ماله ، فان لم يكن له مال قوم المملوك قيمة عدل ثم استسعى غير مشقوق عليه" (۵۴) کی شرح میں آپ نے امام ابوداودؒ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ سعید (راوی) کو سعایہ (غلام سے محنت کرانے) کے ذکر میں اضطراب ہو گیا ہے۔ (۵۵)
- **مدرج:** امام خطابیؒ نے اس اصطلاح کو اس جگہ استعمال کیا ہے جہاں بعض رواۃ کے کلام کو حدیث کے ساتھ اس طرح ملا دیا گیا ہے کہ بظاہر وہ حدیث کا ہی حصہ معلوم ہوتا ہے۔ (۵۶)
- **مرسل:** اس اصطلاح کو امام خطابیؒ نے ذکر فرمایا ہے اور اس سے مراد وہی لیا ہے جو اکثر محدثین کی مراد ہوتی ہے، یعنی وہ روایت جو تابعی صحابی کے واسطے کے بغیر براہ راست رسول اللہ ﷺ سے بیان کرے۔ چنانچہ اُس حدیث کی شرح کرتے ہوئے جس میں مذکور ہے کہ "ایک دیہاتی نے آکر مسجد میں پیشاب کر دیا تھا" (۵۷) آپ نے ذکر فرمایا ہے کہ "اور اس بارے میں جو یہ مروی ہے کہ پیشاب کی جگہ کو کھودا جائے اور اس کی مٹی کو دوسری جگہ منتقل کیا جائے اس کی سند متصل

نہیں...وہ مرسل ہے۔"(۵۸)

- **اخبارآحاد:** امام خطابیؒ نے متعدد مقامات پر اخبارِ آحاد کی حجیت بیان کی ہے اور فرمایاہے کہ اسے قبول کرناواجب ہے۔ جیساکہ براءؓ کی روایت جس میں ہے کہ جب قبلہ تبدیل ہواتو انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی، پھر وہ لوگوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے جو بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے توانہوں نے فرمایاکہ وہ گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی ہے، تولوگوں نے دورانِ نماز ہی اپنارخ کعبہ کی طرف پھیر لیا۔"(۵۹) یہ روایت نقل کرنے کے بعد امام خطابیؒ نے فرمایاہے کہ "اس حدیث سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اخبارِ آحاد کو قبول کرناواجب ہے۔ (۶۰) ایک اور جگہ آپ نے فرمایاہے کہ " اس میں یہ ثبوت ہے کہ اخبارِ آحاد کو قبول کرنا واجب ہے۔"(۶۱)

فقہی آراء:

امام خطابیؒ نے اعلام الحدیث میں دورانِ شرح متعدد مقامات پر اپنی فقہی آراء بھی ذکر فرمائی ہیں جن سے کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہو گیاہے۔اس کی چند امثلہ درج ذیل سطور میں ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) نبی کریم ﷺ کے اس فرمان :من توضأ فليستنثر ومن استجمر فليوتر (۶۲) کی شرح کرتے ہوئے امام خطابیؒ نے اس رائے کا اظہار کیاہے کہ "استنثار" (دورانِ وضوء ناک میں پانی چڑھانا) واجب ہے: "لان ظاهر الامر الايجاب" "کیونکہ (حدیث میں موجود) امر (حکم) کا ظاہر وجوب پر ہی دلالت کرتاہے۔" (۶۳)

(۲) حضرت ابوہریرہؓ کی اس حدیث "لا يصل احدكم فى الثواب الواحد ليس على عاتقيه شىء"(۶۴) میں موجود ممانعت کو امام خطابیؒ نے استحبابی ممانعت پر محمول کیاہے، چنانچہ فرمایاہے کہ "هذا نهى استحباب وليس على طريق الايجاب""یہ ممانعت ایجابی نہیں بلکہ استحبابی ہے۔"(۶۵)

(۳) جس حدیث میں صلاۃ وسطیٰ "درمیانی نماز" کا ذکر ہے(۶۶) اس کی تشریح میں اس رائے کو صحیح قرار دیاہے کہ صلاۃ وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے۔(۶۷)

استنباطات:

اعلام الحدیث میں امام خطابیؒ نے احادیث سے مسائل کے استنباط کا بھی اہتمام فرمایاہے اور اس کے لیے یہ اسلوب اختیار کیاہے کہ بعض اوقات آپ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ فقہی مسائل ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ اس میں یہ علمی باتیں موجود ہیں اور کبھی یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ اس میں فلاں فلاں مسئلے کی دلیل موجود ہے۔اس کی چند امثلہ حسب ذیل ہیں:

(۱) نبی کریم ﷺ کے اس فرمان "بیشک میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں، میں اسے لمبا کرنا چاہتا ہوں، پھر میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز مختصر کر دیتا ہوں، اس کراہت کی وجہ سے کہ کہیں میں اس کی ماں کو مشقت میں نہ ڈال دوں۔"(۶۸)

سے امام خطابیؒ نے یہ استنباط کیا ہے کہ جب امام محسوس کرے کہ کوئی شخص نماز پانے کے لیے جماعت کی طرف آرہا ہے تو امام رکوع لمبا کر سکتا ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے بچے کی وجہ سے نماز کو مختصر کرنے کی اجازت دی ہے لہٰذا کسی ایسے شخص کے لیے جو نماز پانا چاہتا ہے، کچھ دیر ٹھہرنا بھی بالاولیٰ جائز ہوا۔[۶۹]

(۲) جس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیماری کے دوران حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی، پھر دورانِ نماز ہی رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے اور لوگوں کو نماز پڑھانے لگے۔[۷۰] امام خطابیؒ نے اس سے متعدد مسائل کا استنباط فرمایا ہے جن میں سے چند یہ ہیں:

- اس میں یہ جواز ہے کہ کچھ نماز ایک امام کے پیچھے اور کچھ دوسرے امام کے پیچھے پڑھ لی جائے۔
- اس میں یہ جواز ہے کہ آدمی نماز کے کچھ حصے میں امام ہو اور کچھ حصے میں مقتدی۔
- قبلہ کی طرف پیٹھ کئے بغیر پیچھے ہٹنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔
- تھوڑا بہت عمل جیسے ایک دو قدم نمازی کا آگے ہونا یا پیچھے ہٹنا نماز فاسد نہیں کرتا۔[۷۱]

(۳) بعض اوقات امام خطابیؒ بہت دقیق استنباط بھی فرماتے ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ " بندے کو جب قبر میں اتارا جاتا ہے اور اس کے گھر والے واپس لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔"[۷۲] اس سے امام خطابیؒ نے یہ استنباط فرمایا ہے کہ یہ الفاظ "وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے" اس بات کا ثبوت ہیں کہ قبرستان میں جوتے پہن کر جانا جائز ہے۔(۷۳)

حکمتِ تشریع:

امام خطابیؒ نے دورانِ شرح متعدد مقامات پر شرعی احکام کی علتیں اور حکمتیں بیان کرنے کا بھی اہتمام فرمایا ہے۔ لیکن بار بار اس جانب بھی اشارہ فرمایا ہے کہ ایک مسلمان پر لازم نہیں کہ اسے اللہ کے ہر حکم کی علت و حکمت کا علم ہو بلکہ اس پر واجب ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے ہر حکم کی اتباع کرے اور منع کردہ کاموں سے بچے کیونکہ اسے اللہ کا یہی حکم ہے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ کی حدیث جس میں مذکور ہے کہ انہوں نے حجر اسود کا بوسہ لیا اور پھر اسے مخاطب کر کے فرمایا: "انی اعلم انك حجر لا تضر ولا تنفع ولولا انی رأیت رسول الله ﷺ یقبلك ما قبلتك" "مجھے علم ہے کہ تو بس ایک پتھر ہے، نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع، اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تیرا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تیرا بوسہ نہ لیتا۔"[۷۴] اس کی شرح کرتے ہوئے امام خطابیؒ نے فرمایا ہے کہ " اس کلام سے مراد یہ ہے کہ دینی امور میں حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دینا چاہیئے، اس کے متعلق بحث مباحثہ اور اس کی علتیں تلاش کرنے کی روش کو ترک کر دینا چاہیئے۔"[۷۵]

بہر حال جن مقامات پر امام خطابیؒ نے مختلف شرعی احکام کی حکمتیں بیان فرمائی ہیں، ان میں سے چند بطورِ امثلہ درج ذیل ہیں:

(۱) نماز استسقاء کے بعد چادر کو تبدیل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو جو قحط سالی کی حالت درپیش ہے وہ زرخیزی وخوشحالی میں تبدیل ہو جائے۔[۷۶]

(۲) شریعت میں عورت اور اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ کو ایک نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت اس وجہ سے ہے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ دونوں کے درمیان شوہر کی نزدیکی حاصل کرنے کا مقابلہ شروع ہو جائے اور بات قطع رحمی تک جا پہنچے۔[۷۷]

(۳) ایک جوتی میں چلنا اس لیے ممنوع ہے کیونکہ ایسی حالت میں چلنا مشکل و گراں ہے۔[۷۸]

رفعِ تعارض:

اگر احادیث کے درمیان ظاہری تعارض آجائے تو علماء اسے تین طریقوں سے رفع کرتے ہیں؛ سب سے پہلے کوشش کی جاتی ہے کہ دونوں متعارض احادیث کے درمیان اس طرح تطبیق دی جائے کہ دونوں پر عمل ہو جائے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو ایک حدیث کو دوسری پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اور اگر ترجیح کی بھی کوئی صورت نہ ہو تو متعارض احادیث کے وقوع کی تاریخ معلوم کی جاتی ہے اور پھر بعد والی کو ناسخ اور پہلے والی کو منسوخ قرار دے دیا جاتا ہے۔ اس شرح میں امام خطابیؒ نے اس چیز کا بھی اہتمام فرمایا ہے۔ چنانچہ رفعِ تعارض کی ان تینوں قسموں کا بیان بالترتیب حسب ذیل ہیں:

❖ جمع و توفیق:

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''انا سید ولد آدم''، ''میں اولادِ آدم کا سردار ہوں۔''[۷۹]

اور دوسری حدیث میں ہے کہ ''لا ینبغی لعبد ان یقول: انا خیر من یونس بن متی'' ''کسی بندے کے لیے جائز نہیں کہ وہ کہے: میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔''[۸۰]

امام خطابیؒ نے ان بظاہر مختلف روایات کو یوں جمع کیا ہے کہ پہلی حدیث میں موجود سیادت و سرداری کا تعلق روزِ قیامت سے ہے کہ جب شفاعت کے لیے تمام انبیاء پر آپ کو ترجیح دی جائے گی، اور اس بات سے ممانعت کہ آپ ﷺ کو دوسرے انبیاء پر فضیلت نہ دی جائے، اس کا تعلق دنیا سے ہے۔[۸۱]

❖ ترجیح:

دورانِ سفر قصر نماز کی مدت کے متعلق بہت سی متعارض روایات میں سے آپ نے اس روایت کو ترجیح دی ہے جسے حضرت ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے کہ ''اقام النبی ﷺ تسعة عشر یقصر، فنحن اذا سافرنا تسعة عشر قصرنا وان زدنا اتممنا''، ''نبی کریم ﷺ نے انیس دن اقامت فرمائی اور نماز قصر کرتے رہے، چنانچہ ہم بھی جب انیس دن سفر میں ہوتے تو قصر کرتے اور اگر دورانِ سفر زیادہ دن (کہیں) مقیم رہتے تو پوری نماز ادا کرتے۔''[۸۲] اس موضوع پر مختلف روایات نقل کرنے کے بعد امام خطابیؒ نے فرمایا ہے کہ ''اس مسئلے میں (قابل ترجیح) قول وہی ہے جسے حضرت ابن عباسؓ نے اختیار فرمایا ہے اور وہی اس موضوع پر سب سے زیادہ صحیح روایت ہے۔''[۸۳]

❖ نسخ:

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ''میں اور نبی کریم ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کر لیا کرتے تھے۔''[۸۴] جبکہ ایک

دوسری روایت میں ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے کہ عورت مرد کے غسل سے بچے ہوئے پانی سے غسل کرے یا مرد عورت کے غسل سے بچے ہوئے پانی سے غسل کرے۔''(۸۵) امام خطابیؒ نے مذکورہ بالا عائشہؓ والی حدیث کی شرح میں فرمایا ہے کہ ''اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کا بچا ہوا پانی پاک ہے اور اس کے ساتھ وضوء بھی جائز ہے اور اس بارے میں جو ممانعت ہے (جیسا کہ مذکورہ بالا دوسری حدیث میں ہے) وہ منسوخ ہو چکی ہے۔''(۸۶)

اصولی مسائل:

اعلام الحدیث میں امام خطابیؒ نے بعض اصولی مسائل بھی بیان کئے ہیں، طوالت سے بچنے کی غرض سے یہاں محض ان میں سے چند ایک کا اشارۃً ہی ذکر کیا جارہا ہے:

- امام خطابیؒ نے قیاس کو قابل حجت سمجھتے ہوئے اس سے استدلال کیا ہے۔(۸۷)
- آپ نے اس بات کی دلیل ذکر کی ہے کہ مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے۔(۸۸)
- اور اس بات کی دلیل ذکر کی ہے کہ قرآن کے ذریعے سنت کا نسخ جائز ہے۔(۸۹)
- آپ نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ اجتہاد ہو سکتا ہے اور ہر مجتہد درستگی کو پہنچنے والا ہے۔(۹۰)

امتیازی خصائص:

اعلام الحدیث بلاشبہ بہت سے امتیازی خصائص کی حامل ہے، تاہم یہاں چند اہم کا بیان پیش کیا جارہا ہے:

- یہ کتاب صحیح بخاری کی پہلی شرح شمار کی جاتی ہے، یقیناً اس میں اس کتاب کی خصوصیت وفضیلت ہے۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ بعد میں صحیح بخاری کی شرح کرنے والے تقریباً تمام مؤلفین نے خطابیؒ کی شرح کا نہ صرف ذکر کیا ہے بلکہ اس سے اقتباسات بھی نقل کیے ہیں۔
- اعلام الحدیث (اور بالخصوص اگر اس کے ساتھ معالم السنن کو بھی ملا لیا جائے تو) یہ احادیث کی ایک بہت بڑی تعداد کی شرح کے اہم مجموعے کی صورت اختیار کر گئی ہے، کہ جس میں مشکل الفاظ کے معانی، احکام ومسائل کا استنباط اور دیگر شرح سے متعلقہ اُمور کا ذکر بدرجہ اتم موجود ہے۔
- یہ کتاب مختلف اہل علم کی متعدد آراء واقوال اور مؤلف کی ترجیحات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے سابقہ علماء کی آراء کے جدول اور چارٹ کی حیثیت رکھتی ہے۔
- امام خطابیؒ کے شیوخ کے اسماء جاننے کے لیے یہ کتاب اہم مرجع ہے کیونکہ آپ نے اس میں اپنے بہت سے اُن شیوخ کے اسماء ذکر کیے ہیں جن سے روایت کا ذکر صرف اسی کتاب میں ہے۔
- اس کی ایک امتیازی خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں محدثین کی بعض اغلاط کی اصلاح کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔
- یہ کتاب اس لحاظ سے بھی ممتاز ہے کہ اس میں امام خطابیؒ نے اکثر مقامات پر طوالت سے بچتے ہوئے اختصار کو ملحوظ رکھا ہے

اور صرف اتنی عبارات ہی ذکر فرمائی ہیں جن سے کفایت ہو جائے۔

- اس کتاب میں امام خطابیؒ کا منہج واسلوب واضح طور پر اسی طرح موجود ہے کہ جس کے التزام کا آپ نے مقدمہ میں ذکر فرمایا ہے۔
- یہ کتاب معالم السنن کی طرح صرف فقہ وآداب کے ابواب کی شرح نہیں بلکہ مختلف علمی ابواب کی شرح پر مشتمل ہے، جیسا کہ امام بخاریؒ نے فقہ وآداب کے علاوہ تفسیر، توحید، مغازی، مناقب اور فتن وغیرہ ابواب بھی نقل فرمائے ہیں، اسی طرح امام خطابیؒ نے اعلام الحدیث میں ان ابواب کی شرح بھی فرمائی ہے۔
- یہ کتاب اشعار، رجز، امثالِ عرب اور ائمہ لغت کے اقوال وآراء کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے، جو بھی اس بارے میں تفصیل دیکھنا چاہے وہ اس کتاب کے آخر میں محقق کی درج کردہ فہرست ملاحظہ کر سکتا ہے۔
- یہ کتاب مؤلفؒ کی علمی وسعت کی دلیل ہے کیونکہ یہ بہت سے علمی فوائد پر مشتمل ہے۔ جیسا کہ بعض فارسی[(۹۱)] اور رومی الفاظ[(۹۲)] کی لغوی تشریح کا بیان، علم طب سے متعلقہ فوائد کا بیان[(۹۳)]، کلامی انداز میں متکلمین کا رد[(۹۴)]، انساب سے متعلقہ بعض اہم اُمور کی توضیح[(۹۵)] اور مختلف قرآنی قراءات کا بیان[(۹۶)] وغیرہ۔

خلاصہ کلام:

صحیح بخاری کی شروح میں اعلام الحدیث کا مقام ومرتبہ بہت بلند ہے کیونکہ یہ صحیح بخاری کی پہلی شرح شمار کی جاتی ہے۔ اس میں امام خطابیؒ نے ایسا عمدہ اسلوب اختیار فرمایا ہے کہ الفاظ کی لغوی تشریح اور احادیث میں موجود فقہی احکام ومسائل کے بیان کے ساتھ ساتھ اقوالِ سلف، امثالِ عرب، شرعی آداب، اختلافی آراء، نحوی قواعد اور اصطلاحاتِ حدیث جیسے بہت سے علمی فوائد بھی یکجا کر دیے ہیں۔ نیز آپ نے اس میں بطورِ خاص احادیث وآثار اور ائمہ وعلماء کے اقوال کو اپنی سند سے ذکر کرنے کا بھی اہتمام فرمایا ہے کہ جس کے باعث یہ کتاب علومِ حدیث میں بنیادی مصدر کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ نیز ان اسناد کے ذکر سے یہ کتاب امام خطابیؒ کے شیوخ کی معرفت کے سلسلے میں بھی اہم مرجع بن گئی ہے۔ ان خصائص کے باعث بلاشبہ یہ کتاب جیسے ہر دور میں علماء ومحدثین اور محققین کی ضرورت رہی ہے ویسے آج بھی اہل علم اس سے ہر گز مستغنی نہیں ہو سکتے۔

حوالہ جات:

۱۔ السمعانی، عبدالکریم بن محمد بن منصور التمیمی ابوسعد، الانساب، تحقیق، عبدالرحمن بن یحیی المعلمی الیمانی، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدرآباد، ۱۹۶۲ء، ج۵، ص۱۵۹

۲۔ الصفدی، صلاح الدین خلیل بن ایبک بن عبداللہ، الوافی بالوفیات، داراحیاء التراث بیروت، ۱۴۲۰ھ، ج۷، ص۲۰۸

۳۔ ابن حجر العسقلانی، ابوالفضل شہاب الدین احمد، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹ھ، ج۱۱، ص۵۱۰

۴۔ یاقوت حموی، شہاب الدین ابوعبداللہ، معجم الادباء، دارالغرب الاسلامی بیروت، ۱۴۱۴ھ، ج۳، ص۱۲۰۶

۵۔ القفطی، جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف، انباہ الرواۃ علی انباہ النحاۃ، المکتبۃ العصریۃ بیروت، ۱۴۲۴ھ، ج۴، ص۳۳۲

۶۔ حاجی خلیفہ، کشف الظنون، مکتبۃ المثنی بغداد، ۱۹۴۱ء، ج ۱، ص ۵۴۱

۷۔ ابن خلکان، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، تحقیق، احسان عباس، دار صادر بیروت، ۱۴۰۳ھ، ج ۲، ص ۲۱۴

۸۔ نواب صدیق حسن خان، ابوالطیب الحسینی البخاری القنوجی، **الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۵ھ**، ص ۱۸۴

۹۔ اسماعیل پاشا، اسماعیل بن محمد امین بن میر سلیم البابانی البغدادی، ھدیۃ العارفین اسماء المؤلفین وآثار المصنفین، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۲ھ، ج ۱، ص ۶۸

۱۰۔ عمر رضا کحالہ، معجم المؤلفین، دار احیاء التراث العربی بیروت، ج ۴، ص ۷۴

۱۱۔ ابن منظور الافریقی، جمال الدین ابوالفضل محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر بیروت، ۱۴۱۴ھ، ج ۱۲، ص ۴۱۹

۱۲۔ الخطابی، حمد بن محمد بن ابراہیم بن الخطاب البستی، اعلام الحدیث فی شرح صحیح البخاری، تحقیق ودراستہ الدکتور محمد بن سعد بن عبدالرحمن آل سعود، جامعہ ام القری مکۃ المکرمۃ، ۱۹۸۸ء، ج ۱، ص ۱۰۱

۱۳۔ ایضا، ج ۱، ص ۱۰۴

۱۴۔ الخطابی حمد بن محمد بن ابراہیم بن الخطاب البستی، غریب الحدیث، تحقیق عبدالکریم ابراہیم العزباوی، جامعہ ام القری مکۃ المکرمۃ، ۱۹۸۲ء، ج ۱، ص ۵۱

۱۵۔ خطابی، اعلام الحدیث، ج ۱، ص ۲۳۱

۱۶۔ ایضاً، ج ۱، ص ۵۸۸

۱۷۔ ایضاً، ج ۳، ص ۲۰۸۵

۱۸۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۰۶

۱۹۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۱۲

۲۰۔ البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب ما ادی زکاتہ فلیس بکنز حدیث نمبر ۱۴۰۵

۲۱۔ خطابی، اعلام الحدیث، ج ۱، ص ۷۴۹

۲۲۔ چند امثلہ کے لیے دیکھئے، اعلام الحدیث،، ج ۱، ص ۲۳۸، ۲۴۰، ۳۳۹، ۳۶۵

۲۳۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۵۴، ۱۶۹، ۲۸۱، ۳۱۹

۲۴۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۵۴، ۱۶۹، ۱۷۰

۲۵۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۵۸، ۳۵۴، ۴۳۷

۲۶۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۰۴، ۶۳۰، ۶۸۴

۲۷۔ ایضاً، ج ۲، ص ۱۲۵۶

۲۸۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۰۷، ۱۸۹، ۲۱۷، ۳۴۳

۲۹۔ ایضاً، ج ۴، ص ۲۳۵۸

۳۰۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی الرسول ﷺ، حدیث نمبر ۲
۳۱۔ البقرۃ:۲۵۶
۳۲۔ اعلام الحدیث، ج ۱، ص ۱۲۰
۳۳۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۴۹، ۱۶۵، ۱۷۵، ۱۷۷
۳۴۔ ایضا، ج ۱، ص ۵۳۰
۳۵۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب الفھم فی العلم، حدیث نمبر ۷۳
۳۶۔ خطابی، اعلام الحدیث، ج ۱، ص ۱۹۵۔۱۹۶
۳۷۔ ایضاً، ج ۱، ص ۴۸۹
۳۸۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۱۳
۳۹۔ ایضاً، ج ۳، ص ۱۵۹۰
۴۰۔ ایضاً، ج ۱، ص ۳۳۷
۴۱۔ ایضاً، ج ۱، ص ۳۲۵
۴۲۔ ایضاً، ج ۱، ص ۶۸۴
۴۳۔ ایضاً، ج ۱، ص ۴۹۶
۴۴۔ ایضاً، ج ۲، ص ۱۱۳۵
۴۵۔ ایضاً، ج ۲، ص ۱۲۴۲
۴۶۔ ایضاً، ج ۱، ص ۷۳۶
۴۷۔ ایضاً، ج ۱، ص ۷۳۰
۴۸۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۵۷، ۱۷۶
۴۹۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۲۹
۵۰۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۹۶
۵۱۔ ایضاً، ج ۱، ص ۴۹۴
۵۲۔ ایضاً، ج ۳، ص ۱۹۶۵
۵۳۔ ایضاً، ج ۳، ص ۱۷۱۵
۵۴۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الشرکۃ، باب تقویم الاشیاء بین الشرکاء بقیمۃ عدل، حدیث نمبر ۲۴۹۲
۵۵۔ خطابی، اعلام الحدیث، ص ۲، ص ۱۲۵۳
۵۶۔ ایضاً، ج ۳، ص ۱۹۶۵

۵۷۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الوضوء، باب صب الماء علی البول فی المسجد، حدیث نمبر ۲۲۰

۵۸۔ خطابی اعلام الحدیث، ج ۱، ص ۲۷۵، ۲۷۶

۵۹۔ امام بخاری الجامع الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب التوجہ نحو القبلۃ حیث کان، حدیث نمبر ۳۹۹

۶۰۔ خطابی اعلام الحدیث، ج ۱، ص ۳۸۲

۶۱۔ ایضاً، ج ۲، ص ۱۱۴۳

۶۲۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الوضوء، باب الاستنثار، حدیث نمبر ۱۶۱، صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب الایثار فی الاستنثار والاستجمار، حدیث نمبر ۲۳۷

۶۳۔ خطابی، اعلام الحدیث، ج ۱، ص ۲۵۱

۶۴۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب اذا صلی احدکم فی الثوب الواحد فلیجعل علی عاتقیہ، حدیث نمبر ۳۵۹

۶۵۔ الخطابی، اعلام الحدیث، ج ۱، ص ۳۵۰

۶۶۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب حافظوا علی الصلوات والصلاۃ الوسطی، حدیث نمبر ۴۵۳۴

۶۷۔ خطابی، اعلام الحدیث، ج ۱، ص ۴۳۵

۶۸۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاذان، باب من اخف الصلاۃ عند بکاء الصبی، حدیث نمبر ۷۰۷

۶۹۔ اعلام الحدیث، ج ۱، ص ۴۸۲

۷۰۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب السھو، باب الاشارۃ فی الصلاۃ، حدیث نمبر ۱۲۳۴، صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب تقدیم الجماعۃ من یصلی بھم حدیث نمبر ۴۲۱

۷۱۔ خطابی، اعلام الحدیث، ج ۱، ص ۶۵۷

۷۲۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال، حدیث نمبر ۱۳۲۸، صحیح مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار، حدیث نمبر ۱۳۷۴

۷۳۔ خطابی، اعلام الحدیث، ج ۱، ص ۶۹۴

۷۴۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحج، باب ماذکر فی الحجر الاسود، حدیث نمبر ۱۵۹۷

۷۵۔ خطابی، اعلام الحدیث، ج ۲، ص ۸۷۵

۷۶۔ ایضاً، ج ۱، ص ۶۱۹

۷۷۔ ایضاً، ج ۳، ص ۱۹۶۴

۷۸۔ ایضاً، ج ۳، ص ۲۱۴۹

۷۹۔ ابوداود، سلیمان بن اشعث، سنن ابوداود، مطبوعہ دار السلام ریاض، ۱۴۲۰ھ، کتاب السنۃ، باب فی التخییر بین الانبیاء، حدیث نمبر ۴۶۷۳

۸۰۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی وھل اتاک حدیث موسی، حدیث نمبر ۳۳۹۵

۸۱۔ خطابی، اعلام الحدیث، ج ۱، ص ۳۳۷

۸۲۔ امام بخاری الجامع الصحیح، کتاب تقصیر الصلاۃ، باب ماجاء فی التقصیر وکم یقیم حتی یقصر، حدیث نمبر ۱۰۸۰

۸۳۔ خطابی، اعلام الحدیث، ج ۱، ص ۶۲۵

۸۴۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الغسل، باب غسل الرجل مع امرأتہ، حدیث نمبر ۲۵۰، صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ، حدیث نمبر ۳۱۹

۸۵۔ امام ابوداود، سنن ابی داود، کتاب الطھارۃ، باب النھی عن ذالک، حدیث نمبر ۸۱

۸۶۔ خطابی، اعلام الحدیث، ج ۱، ص ۲۹۹

۸۷۔ ایضاً، ج ۱، ص ۴۰۵، ۴۳۹، ج ۲، ص ۱۲۱۲

۸۸۔ ایضاً، ج ۱، ص ۳۸۱

۸۹۔ ایضاً، ج ۲، ص ۱۳۴۰

۹۰۔ ایضاً، ج ۱، ص ۵۸۸

۹۱۔ ایضاً، ج ۱، ص ۶۳۹

۹۲۔ ایضاً، ج، ص ۲، ص ۱۳۶۳

۹۳۔ ایضاً، ج ۳، ص ۲۱۰۷

۹۴۔ ایضاً، ج ۳، ص ۱۵۱۲

۹۵۔ ایضاً، ج ۳، ص ۱۷۵۹

۹۶۔ ایضاً، ج ۳، ص ۱۸۱۲